International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 01,Jan-June 2023
PP: 99-118

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

اتحاد واتفاق کے فروغ میں مدارس وخانقاہوں کا کردار سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

The Role of Religious Seminaries and Monasteries in Promoting unity and Consensus (A research review in the Light of Sirat Tayyaba)

Amira Imran
Associate Professor, Government graduate college For Women ,Wapda Town,Lahore

Dr Muhammad Waseem Mukhtar
Assistant Professor,
Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University D.I Khan

Dr. Shahzada Imran Ayub
Associate Professor, Division of Islamic and oriental learning, The University of Education, Lower Mall Campus, Lahore

Abstract

The welfare of the society in every civilization and nation was emphasized and various methods of social reform will be recommended. Shall set rules for the improvement of social relations. While the efforts of a self-play a very important role in humanity for social welfare. Mosques and other institutions are central to the welfare of society in the awareness of basic qualities such as harmony, sorrow, the spirit of love and affection, staying connected with religion, understanding of

CC BY

religion, methods of victory and achievement, the importance of social reform, the promotion of morality, the practice of good behavior. With them, the attribute of justice and fairness makes this process more attractive. Due to the neglect of their services, discord, immorality, self-interest, methods that destroy law and order, arrogance, lack of collectivism and moderation and injustice destroy all avenues of social welfare. In these institutions, madrasas and monasteries have a very important place in the means of social reform and cooperation, as well as in the means of social reform and reconciliation, in addition to reforming the self in terms of education and spirituality. It is not possible to forget their character. Therefore, a brief overview of the role of seminaries and monasteries in unity and consensus will be presented in the light of Sirat-un-Nabi (PBUH).

***Key Words**: Civilization, Social Welfare, Monasteries, Sirat-un-Nabi, Seminaries.*

تمہید:

جس طرح نظام کائنات میں ایک ہم آہنگی پائی جاتی ہے، اسی طرح ایک اچھے معاشرہ کی تشکیل اور پُر امن زندگی گزرانے کا تصور اتحاد واتفاق اور یگانگت کے بغیر محال اور ناممکن ہے۔ جس طرح اچھے معاشرے اور پُرامن زندگی کا تعلق فرد کی اصلاح کے لیے جزء لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے ایسے ہی کسی بھی معاشرہ کے عروج وارتقاع میں اتحاواتفاق اور باہمی اخوت و ہمدردی کلیدی کردار ادا کرتی ہے اور یہی فتح، کامیابی وکامرانی کا اہم راز بھی ہے۔ جب کہ اختلاف وانتشار اوراجتماعیت کا فقدان شکست وناکامی کا باعث ہے۔

اس لیے نبی کریم ﷺ نے جہاں انسانیت کا تعلق رب ذوالجلال سے مضبوط کرنے اوراحکام الہٰی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا حکم دیا، بلکہ عملی نمونہ پیش فرمایا، وہیں اتحاد واتفاق، باہمی اخوت وہمدردی اورایک دوسرے پر اپنی جان نچھاورنے کی ترغیب دی اور ایسے تمام امور اور برائیوں سے اجتناب کا حکم دیا، جو باہمی یگانگت کو تباہ کرنے کا باعث بنیں۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو آپسی اتحاد اور اخوت کا درس دیتے ہوئے فرمایا:

"قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُسْلِمُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ، إِنِ اشْتَكَى عَيْنُهُ، اشْتَكَى كُلُّهُ، وَإِنِ اشْتَكَى، رَأْسُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ»"[١]

(آپ ﷺ نے فرمایا: تمام مسلمان آپس میں ایک فرد کی طرح ہیں، اگراس کی آنکھ میں تکلیف ہو جائے تو وہ پورا تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اگراس کے سر میں تکلیف ہو جائے تو وہ پورا تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔)

یعنی پوری امت محمدیہ ﷺ ایک جسم وجان کی مانند ہے اوراِس کے افراد بمثل اعضاء۔ جسم کی کسی حصہ کی تکلیف سے جیسے بقیہ جسم تکلیف محسوس کرتا ہے، ویسے ہی ملت اسلامیہ کے ایک فرد کی تکلیف اور دکھ گویا کہ ہر مسلمان کی تکلیف ہے، جس کا مداوا کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ الغرض نبی کریم ﷺ نے نہایت جامع الفاظ میں ملت اسلامیہ کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی اور اتحاد واتفاق کی اہمیت کو بیان فرمایا۔

اتحاد و اتفاق کا درس اور باہمی اخوت وہمدردی کا عملی سبق، نیز معاشرتی اصلاح و تطہیر کے ذرائع میں سب سے اہم مدارس اور خانقاہیں ہیں، بالخصوص مساجد کو قرن اولیٰ میں مرکزی حیثیت حاصل تھی، جہاں ہر عام وخاص، اعلی وادنی کے امتیاز کے بغیر تعلیمی حلقے لگتے تھے وہیں لوگوں کو روحانی علوم ومعارف سے بھی روشناس کروایا جاتا تھا۔ اسی لیے ذیل سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اتحاد واتفاق میں مدارس اور خانقاہوں کے کردار پر مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا۔

اتحاد کی اہمیت قرآن وحدیث کی روسے:

اسلام نے ہمیں باہمی الفت ومحبت اور یگانگت کی ترغیب دیتا ہے ۔ اسلامی تعلیمات مسلمانوں کو متحد رہنے اورآپسی تعلقات میں اجتماعیت اور منظّم اتحاد اپنانے کی تلقین کرتی ہیں۔ دنیا کے نظم اور انتظام میں انسانوں کو آپسی تناصر اور اتفاق واشتراک کی ضرورت رہتی ہے، نیز ہر انسان کو، جو زندگی کے کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو، زندگی میں دوسروں کے سہارے یا ساتھ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ اتحاد واتفاق کی اہمیت کو مزید دوچند کردیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے امت مسلمہ کے مابین اتحاد واتفاق اور ہم آہنگی پر زور دیا، اس لیے قرآن مجید میں متعدد مقام پر اُمت کو متحد رہنے کی تلقین فرمائی اور اورافتراق وانتشار سے بچنے کا حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا"۲

(اور اللہ کی رسی کو سب ملکر مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئ)

یعنی اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان ہو اور اُس کے احکام پر، جو کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعے امت تک پہنچے، عمل کرو اور کسی بھی قسم کے اختلاف وانتشار سے دور رہو۔ یہی اتحاد واتفاق قوموں کی عزت ووقار کی ضمانت ہے اور سلامتی کا پیش خیمہ۔ اتحاد کی پائیداری کے لیے ضروری ہے کہ وہ حقیقی بنیادوں پر قائم ہو۔ جیسے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں اتحاد واتفاق کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری رقم طراز ہیں:

"اس قوم کے لئے ضروری ہے کہ اپنے لئے نہ سہی اپنے بلند اور پاکیزہ مقاصد کے لئے زندہ رہے اور عزت ووقار سے زندہ رہے تاکہ اس کی آواز سنی جائے اور مانی جائے۔ اور یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس کے افراد میں اتحاد واتفاق ہو۔ اور وہ اتحاد واتفاق سطحی نہ ہو جسے کوئی تند وتیز لہر بہا کرلے جاسکے بلکہ حقیقی اور پائیدار ہو۔ اس لئے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے

مسلمانوں کو متحد ہونے کا بھی حکم دیا اور ان کے لئے وہ مستحکم بنیاد مقرر فرمائی جس سے محکم تر کوئی اور بنیاد نہیں ہو سکتی۔ وہ قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم پر عمل کرنے کے لئے اس کا صحیح سمجھنا ضروری ہے۔ اور اس کی صحیح سمجھ اس ذات اقدس واطہر کے بیان اور تفسیر کے بغیر ناممکن ہے جسے قرآن نازل کرنے والے خدا نے بھیجا ہی قرآن کو صحیح صحیح سمجھانے کے لئے تھا۔ علامہ قرطبیؒ نے فرمایا اور خوب فرمایا۔ امرنا اللہ تعالیٰ بالاجتماع علی الاعتصام بالکتاب والسنۃ اعتقادا و عملا وذلک سبب اتفاق الکلمۃ وانتظام الشتات الذی یتم بہ مصالح الدنیا والدین۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اعتقادا اور عملا کتاب وسنت کی رسی مضبوطی سے پکڑ لیں۔ ہمارے اتحاد کا صرف یہی سبب ہے اور صرف اسی طرح اتفاق واتحاد کی نعمت میسر آ سکتی ہے۔ جس سے ہمارے دین ودنیا کے حالات سنور سکتے ہیں۔"۳

یعنی اتحاد واتفاق کے لیے ضروری ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو مضبوطی سے تھاما جائے اور دین کے بنیادی امور میں اختلاف وانتشار سے بچا جائے۔ قرآن کریم میں جہاں وحدت، اخوت اور باہمی یگانگت کی تعریف فرمائی وہیں تفرقہ بازی اور اختلاف وانتشار کی مذمت فرمائی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ"٤

(اے پیغمبر) یقین جانو کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا ہے، اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں، ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا معاملہ تو اللہ کے حوالے ہے۔ پھر وہ انہیں جتلائے گا کہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔)

یعنی کسی بھی طرح دین الہیٰ (صراط مستقیم) کے کچھ حصہ کو یا مکمل کو نظر انداز کرنا یا اصول دین میں پھوٹ ڈال کر فرقہ بندی یا گروہی اختلاف جیسے فتنہ اور لعنت کے ارتکاب پر تنبیہ کی گئی ہے، نیز آیت مذکورہ میں اجتماعیت کو فروغ دینے اور اکٹھے رہنے کا درس دیا گیا ہے، جس کا تذکرہ کرتے ہوئے مفسر عبدالرحمٰن السعدی لکھتے ہیں:

"يتوعد تعالى الذين فرقوا دينهم، أي: شتتوه وتفرقوا فيه، وكلٌ أخذ لنفسه نصيبا من الأسماء التي لا تفيد الإنسان في دينه شيئا-- أو لا يكمل بها إيمانه، بأن يأخذ من الشريعة شيئا ويجعله دينه، ويدع مثله، أو ما هو أولى منه، كما هو حال أهل الفرقة من أهل البدع و الضلال والمفرقين للأمة.ودلت الآية الكريمة أن الدين يأمر بالاجتماع والائتلاف، وينهى عن التفرق والاختلاف في أهل الدين، وفي سائر مسائله الأصولية والفروعية."٥

(اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو وعید سناتا ہے جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے فرقوں میں بٹ گئے اور ہر ایک نے اپنا ایک نام رکھ لیا جو انسان کے لئے اس کے دین میں کوئی کام نہیں آتا-- یا اس سے انسان کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی، جیسے وہ شریعت میں سے کسی ایک چیز کو اخذ کر کے اس کو دین بنالے اور اس جیسی یا اس سے کسی افضل چیز کو چھوڑ دے جیسا کہ اہل بدعت اور ان گمراہ فرقوں کا حال ہے جنہوں نے امت سے الگ راستہ اختیار کر لیا ہے۔ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دین اجتماعیت اور اکٹھے رہنے کا حکم دیتا ہے اور تفرقہ بازی اور اہل دین میں اور تمام اصولی و فروعی

مسائل میں اختلاف پیدا کرنے سے روکتا ہے۔)

قرآن کریم نے ہر قسم کے گروہی، عصبی ولسانی اختلاف وانتشار سے اُمت کو بچنے کا حکم دیا اور دین حق کے مقابلے میں خواہشات کی پیروی کرنے اور اجتماعیت ویکجہتی کو نقصان پہنچانے جیسے عوامل سے دور رہنے کی ہدایت دی گئی ہے، نیز اگر آپس تعلقات میں اختلاف پیدا ہو تو فوراً صلح کرلی جائے، تاکہ باہمی اخوت ومحبت کا رشتہ قائم رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"انما المومنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم"٦

(حقیقت تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، اس لیے اپنے دو بھائیوں کے درمیان تعلقات اچھے بناؤ)

یعنی مسلمانوں کے معاشرتی اور اخلاقی تعلقات ایسے ہوں کہ گویا سب سگے بھائی ہیں۔ اِن کے درمیان الفت ومحبت، ایثار وقربانی کا جذبہ پایا جاتا ہو، اِن کا نفع ونقصان، خوشی وغمی اور دکھ وسکھ سب مشترکہ ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اِن کا نظریہ اور ہر عمل قرآن وسنت کے مطابق ہو۔ ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:

"وَهَذَا الْأَصْلُ الْعَظِيمُ: وَهُوَ الِاعْتِصَامُ بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَأَنْ لَا يَتَفَرَّقَ هُوَ مِنْ أَعْظَمِ أُصُولِ الْإِسْلَامِ وَمِمَّا عَظُمَتْ وَصِيَّةُ اللَّهِ تَعَالَى بِهِ فِي كِتَابِهِ. وَمِمَّا عَظُمَ ذَمُّهُ لِمَنْ تَرَكَهُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَغَيْرِهِمْ وَمِمَّا عَظُمَتْ بِهِ وَصِيَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوَاطِنَ عَامَّةٍ وَخَاصَّةٍ"٧

(یہی اصلی اہم چیز ہے: یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا اور اسلامی اصول میں تفریق نہ کرنا)

قرآن کریم کی طرح سرور دوعالم ﷺ نے بھی اتحاد، باہمی الفت ومحبت اور بھائی چارگی سے متعلق پند ونصائح فرمائے اور آپس میں متحد ومتفق رہنے اور ایک دوسرے کی نصرت ومدد میں اپنی جان نچھاور کرنے کا درس دیا۔ مومنین کے آپس تعلق، وحدت اور خیر خواہی کی تشبیہ عمارت سے دیتے ہوئے سرور کائنات حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

"عن ابی موسی، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال: "إن المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا، وشبک اصابعہ "٨

(ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے (بیان کیا)۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت پہنچاتا ہے۔ اور آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔)

یعنی ایک عمارت جڑنے کی وجہ سے مضبوط ہو جاتی ہے، ویسے ہی مسلمان اگرچہ مختلف علاقوں، قبائل، رنگ ونسل سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن جذبہ ایمانی، عقائد ونظریات اور سوچ وفکر کی یکسانیت کی وجہ وہ ایک عمارت کی مانند ہیں، جس کا ہر ایک حصہ دوسرے کی مضبوطی کا ضامن اور ذریعہ ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی خوشی اور غمی، دکھ وسکھ کا برابر کا شریک اور ساجھے دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کو ذہنی یا جسمانی تکلیف پہنچانا اور ایذا دینے جیسے عمل کو ایمان کے منافی قرار دیتے ہوئے رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

"عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهِ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا بَوَائِقُهُ؟ قَالَ: «شَرُّهُ»"٩

(ان سے ابو شریح نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم ﷺ نے بیان کیا "واللہ! وہ ایمان والا نہیں۔ واللہ! وہ ایمان والا نہیں۔ واللہ! وہ ایمان والا نہیں وہ جس کے بوائق سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ عرض کیا گیا کون: یارسول اللہ؟ بوائق سے کیا مراد ہے۔فرمایا: اُس کے شر سے۔)

الغرض قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں مسلمانوں کو بھائی جیسے عظیم عہد پر فائز فرمایا اور آپسی محبت، الفت کو قائم رکھنے کی ذمہ داری ہر مسلمان پر لازم قرار دی اور اتحاد واتفاق کی قوت اور طاقت کو مضبوط کرنے والے تمام رشتوں (خیر خواہی، ایثار وقربانی، محبت والفت، صلح جوئی اور ایک دوسری کی سلامتی وغیرہ) کو اپنانے کی ترغیب اور تلقین فرمائی ہے۔

اسی طرح اِختلاف واِنتشار کے تمام اَسباب سے خود کو محفوظ رکھنے اور اُن کے اِزالہ کا حکم دیا، نیز وہ تمام ذرائع، جو اُمت میں نفرت، تفرقہ بازی، دھوکہ دہی، مفاد پرستی، عصبیت وغیرہ، جو اُمت میں خلفشار اور انتشار پیدا کریں، اُن سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

مسلمانوں میں خیر سگالی، خیر خواہی وہمدردی، اجتماعیت، اخوت وبھائی چارہ، اتحاد واتفاق اور باہمی یگانگت پیدا کرنے اور ایک دوسرے کی طرف طعن وتشنیع، تقابل وتفاخر، بے جا تنقید وتنقیص، طبقاتی کش مکش، گروہی ولسانی، علاقائی وطبقاتی تعصاب، فکری وسماجی انتشار وافتراق کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں مدارس وخانقاہوں کا نہایت اہم کردار رہا ہے۔

مدرسہ اور خانقاہ کی اہمیت:

مدارس، خانقاہیں اُمت مسلمہ کو ایک دوسرے سے جوڑنے، قریب لانے اور رشتہ مواخاۃ کو استوار کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ جہاں لوگ بلا کسی امتیاز کے تمام اختلاف کو پس پشت ڈال کر رب ذوالجلال کے حضور سر تسلیم خم کرتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بجا لاتے ہیں۔ مدارس میں ہر طبقہ کے بچے اور افراد ایک ہی مقام پر بلا کسی تفریق کے علم کی دولت سے مالامال ہوتے ہیں، جب کہ خانقاہوں میں امیر وغریب، اعلی وادنی اپنے بزرگوں سے تعلق مع اللہ کے مدارج ایک ہی نشست وبرخاست میں حاصل کرتے ہیں۔

ان کی وجہ بالخصوص اہل علاقہ ومحلّہ اور بالعموم تمام مسلمانوں کے لیے غمگساری وہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مساجد میں پانچ وقت کے اکٹھا ہونے کی وجہ سے ہر علاقہ کے حالات پر واقفیت کی وجہ انسان اپنی معاشرتی ذمہ اریوں کو اچھے طریقہ سے ادا کر سکتا ہے، جو کہ سماجی تعلقات کی پائیداری اور دلی تسلی کا ضامن ہونے کے ساتھ اتحاد واتفاق کا باعث بنتا ہے۔ اکرام اللہ ساجد صاحب لکھتے ہیں:

"تمام مسلمان امیر ہوں یا غریب، سفید فام ہوں یا سیہ فام، حاکم ہوں یا محکوم، تاجر ہوں یا مزدور، دراز قد صحیح الجسم ہوں یا پستہ قد اپاہج اور معذور، بینا ہوں یا نابینا، کم سن ہوں یا عمر رسیدہ، پنجابی ہوں یا سندھی، بلوچی اور پٹھان، اذان سننے کے بعد سبھی مسجد میں آجاتے ہیں اور وضو کر کے ایک دوسرے کے شانہ سے شانہ ملاتے ہیں ایک ہی امام کی اقتداء میں رب العزت کی بارگاہ میں مؤدب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان سب کا مقصد ایک اور ان کے خیالات میں یک جہتی اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے جو اخوت

کا سنگ بنیاد ہے۔ ہر روز دن میں پانچ مرتبہ انہیں یہی عمل دُہرانا پڑتا ہے اور رشتۂ اخوت و اتحاد مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ نماز باجماعت کے بغیر اس کا تصور بھی ممکن نہیں اور بلاشبہ اس نعمت سے وہی معاشرہ یا قوم سرفراز ہو سکتی ہے جس کا مساجد کے ساتھ نہ ٹوٹنے والا تعلق موجود ہو۔"۱۰

مسلم معاشرہ میں اولاً مسجد عبادت، تعلیم وتربیت، تہذیب وتمدن اور ثقافت کا مرکز اور تمام سرگرمیوں کا مرکز و منبع ہوتی تھی۔ عہدِ نبوی ﷺ میں ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی ﷺ اولین درسگاہ اور علم وعرفان کا مرکز تھی۔ خلفائے راشدین، بنواُمیہ اور بنو عباس کے دور میں بھی مسجد میں دین کے حلقے لگتے جہاں علوم وفنون پڑھائے جاتے اور اسی طرح مستقل مدارس (یونیورسٹیز) کا قیام بھی عمل میں آیا، جہاں دین اسلام کی بنیادی تعلیم کے ساتھ مختلف علوم وفنون پر درس دیا جاتا۔ اِن یونیورسیٹیز میں ساری دنیا کے تشنگان علم علمی سیراب کے لیے اکٹھے ہوتے۔ انہی مدارس (جامعات، درسگاہوں) کی وجہ سے ملک وملت اسلام کے آفاقی پیغام اور قرآن وحدیث کے نظریاتی، معاشی، معاشرتی وسماجی، اخلاقی اصول وقوانین اور اسرار ورموز اور مفاہیم سے روشناس ہو سکی۔ انہی تعلیمی حلقوں اور مدارس کی وجہ سے مسلم سماج کا تعلق ورشتہ ہمیشہ اسلامی اقدار وروایات اور تہذیب وتمدن سے مستحکم رہا۔ موجودہ میں مدارس کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا رفیع الدین قاسمی رقم طراز ہیں:

"دین کا بقاء وتحفظ، اسلامی اقدار وروایات کی پاس وحرمت، مسلمانوں کی اپنی شریعت کے ساتھ سچی وابستگی وعقیدت اور پورے معاشرے کے اصلاح ودرستگی کا اگر کوئی کام انجام دے رہے ہیں تو یہی مدارس ہیں۔ جو کسی نہ کسی طریقے سے اصلاح امت اور بھلائی کے فروغ کے سارے کاز کو اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں، اور یہ مسلم معاشرے کی اسلام کے ساتھ حقیقی ربط وضبط کی برقراری کے لیے تمام ضروریات کی تکمیل۔۔۔ میں پوری تندہی کے ساتھ بغیر کسی شور وشغب اور پروپیگنڈے کے مصروفِ عمل ہیں۔ معاشرے کی دینی ضروریات کی تکمیل میں مدارس کی حیثیت اس کسان کی سی ہے جو زمین کے ہموار کرنے، فصل کے اگانے، کٹائی سے لے کر اس غلہ اور اناج کے مارکٹ پہونچنے تک اپنی ساری توانائی اور قوت اس کے پیچھے صرف کرتا ہے، جو غلہ تمام انسانوں کی آسودگی اور بھوک مٹانے کا سبب بنتا ہے، دین کے تمام شعبوں کو زندہ، بیدار اور متحرک رکھنے میں مدارس کی یہی مثال ہے۔"۱۱

مساجد، مدارس اور خانقاہوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام ومنہیات اور سرورعالم ﷺ کے فرامین کی حقیقت اور مفاہیم سے آگاہی مدارس کی مرہون منت ہے اور اِن احکام پر عمل اور بجاآوری کے لیے مسجد ضروری ہے، جب کہ روحانی تربیت، روح کے تصفیہ، احکام الہیٰ اور رحمت عالم ﷺ کے ارشادات کی اصل چنشانی اور حکمت کے حصول، دلوں کو تمام برائیوں اور آلائشوں سے منقح ومصفح کرنے اور تسکینِ قلب کے لیے خانقاہ ضروری ہے، جہاں کے روحانی اور باطنی حکما اور اطبا سے انسانوں روحانی وباطنی علوم کے مدارج طے کرتا اور اِنہی کے زیرِ تربیت عشق حقیقی (رب عز وجل سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے) کے حصول کے لیے عملی کاوشیں کی جاتی ہیں۔ خانقاہوں کے مقصد کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

"اہل ہدایت کون لوگ ہیں اور نور ہدایت یعنی کہ وہ روشنی کہاں ملتی ہے ؟ سو بتلاتے ہیں کہ روشنی مسجدوں اور خانقاہوں میں ملتی ہے جہاں صبح وشام اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔۔۔"وَیُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ"(ان گھروں میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے)اس تسبیح و تحلیل اور تلاوت قرآن پاک اور دیگر اذکار سب داخل ہیں ان گھروں سے مسجدیں اور خانقاہیں مراد ہے۔"۱۲

چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کی خدمت میں قرآن کریم کی تعلیم پانے کے ساتھ روح کی اصلاح اور باطن کو منور کرنے کے لیے حاضر رہتے۔جس کا ذکر سورۃالنور کی آیت مبارکہ ۳۷ کے ذیل میں مفسرین نے کیا ہےاور خانقاہ کے ثبوت اوراہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔دیکھیں تفسیر النسفی ۱۳، تفسیر حقانی ۱۴اور تفسیر مظہری ۱۵اور انہی کے مطابق اپنی زندگیوں کو سنوارتے تھے۔

قرآن کریم کی طرح حدیث مبارکہ میں یادالہیٰ میں مشغول رہنے اوراُس کی رضا کے حصول (جو کہ خانقاہی نظام کا مقصدِ اصلی ہے) کی جانب خصوصی توجہ دلائی گئی ہے۔ حدیث مبارکہ میں خانقاہی نظام اور تصوف کے لیے احسان کا لفظ استعمال کیا گیاہے، جس کا تذکرہ حدیث جبرائیل میں ہے۔متعدد احادیث میں رضائے الہیٰ کی نیت سے تمام اعمال کو صحیح نیت سے بجالانے کا ترغیب دی گئی اوراسی طرح ذکراللہ،اچھے اخلاق اپنانےاور بری صفات سے دور رہنے کا حکم بھی متعدد روایات میں ہے، جیسے ذکر کی اہمیت سے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا، يَبْتَغُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ، وَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ، قَعَدُوا مَعَهُمْ۔۔ قَالَ: فَيَقُولُونَ: رَبِّ، فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ، إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ، قَالَ: فَيَقُولُ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ"۱۶

(اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو سیر کرتے پھرتے ہیں جن کو اور کچھ کام نہیں وہ ذکر الٰہی کی مجلسوں کو ڈھونڈتے ہیں، پھر جب کسی مجلس کو پاتے ہیں جس میں ذکر الٰہی ہوتا ہے وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور ایک کو ایک چھا لیتے ہیں یہاں تک کہ ان کے پروں سے زمین سے لے کر آسمان تک جگہ بھر جاتی ہے جب لوگ اس مجلس سے جدا ہو جاتے ہیں تو وہ فرشتے اوپر چڑھ جاتے ۔۔۔ پروردگار فرماتا ہے: میں نے ان کو بخش دیا اور جو وہ مانگتے ہیں وہ دیا اور جس سے پناہ مانگتے ہیں اس سے پناہ دی، پھر فرشتے عرض کرتے ہیں: اے مالک ہمارے! ان لوگوں میں ایک فلاں بندہ بھی تھا جو گنہگار ہے، وہ ادھر سے نکلا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ پروردگار فرماتا ہے: میں نے اس کو بھی بخش دیا وہ لوگ ایسے ہیں جن کا ساتھی بدنصیب نہیں ہوتا۔)

اسی طرح ایک اورروایت میں ہے کہ "جب تم جنت کے باغوں (سے گزرو تو تم (کچھ) چر، چگ لیا کرو لوگوں نے پوچھا» ریاض الجنتہ «کیاہے؟آپ نے فرمایا" : ذکر کے حلقے اور ذکر کی مجلس"۱۷اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں مجالس ذکر کے انعام کی بابت ارشاد فرمایا:" غَنِيمَةُ مَجَالِسِ الذِّكْرِ الْجَنَّةُ"۱۸ یعنی مجالس ذکر کا انعام جنت جنت ہے۔

الغرض خانقاہوں ہر عام وخاص،پڑھے لکھے اوران پڑھ،دیہاتی وشہری،مزدورو تجارت،ملازم وغیر ملازم، مسلم وغیر مسلم غرض ہر طبقہ فکراور علاقے سے تعلق رکھنے والے اپنی روحانی استعداد کے مطابق اپنے مرشد ومربی اورروحانی پیشوا سے فیض پاتے ہیں۔ خانقاہوں میں ہر عمل اورزندگی کے ہر لمحہ کو رضا الہیٰ ، منشائے خداوندی اور تعلیمات نبوی ﷺ

کے مطابق عملی درس ملتا ہے۔ یہ مساجد، مدارس، خانقاہیں اور امام بار گاہیں اتحاد واتفاق، ملی اور قومی وحدت اور اخوت ورواداری کا عملی ثبوت پیش کرتی ہیں۔ چنانچہ ذیل میں اتحاد واتفاق کے باب میں اِن اداروں کے کردار کو سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔

اتحاد واتفاق میں مدارس، خانقاہوں کا کردار سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں:

نبی رحمت ﷺ نے انسانیت کے لیے عملی نمونہ بنا کر بھیجا گیا۔ آپ ﷺ نے اُمت کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ اخلاق وعادات کو سنوارا، فکری اور اعتقادی سوچ کو تعلیمات الٰہیہ کے تابع رکھنے کا درس اور ہر دینی اور دنیوی عمل میں شرعی احکام کو ملحوظ رکھنے کی تلقین فرمائی۔ ہر طبقہ کو اُن کی ذمہ داریوں اور حقوق وفرائض سے روشناس کروایا۔ اُمت کو بھلائی، خیر خواہی، اتحاد و یگانگت اور مؤاخات جیسی صفات اپنانے کا حکم دیا۔ انہی صفات اور خوبیاں کو پیدا کرنا ہی آقاد وجہاں ﷺ کا مقصد تھا۔ اُمت کے لیے بھلائی اور خیر طلبی کے جذبہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ"١٩

((لوگو) تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تمہی میں سے ہے، جس کو تمہاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے، جسے تمہاری بھلائی کی دھن لگی ہوئی ہے، جو مومنوں کے لیے انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہے۔)

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ ﷺ کا ہر قول، فعل و عمل انسانیت کے لیے مشعل راہ اور دنیا اور آخرت کو سنوانے کا ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ انسانیت کو متحد و متفق رہنے کے لیے جہاں قرآن وسنت کو مضبوطی سے تھامنے، بھائی چارہ ومؤاخات کو اپنانے، مساوات وبرابری کو اختیار کرنے، فکری ہم آہنگی اور حقیقی مقصدیت کی جانب متوجہ ہونے، فلاح وخیر خواہی اور ایثار وقربانی کے امور بڑھ چڑھ کر حصہ لینے، صبر واستقامت، نظم ونسق، عقیدت واحترم، عزت وحرمت اور امن وامان کے لیے متفقہ لائحہ عمل اپنانے اور اجتماعیت کے تصور کا درس دیتی ہے، وہیں طبقاتی ولسانی، عصبی، گروہی وقبائلی افتراق کا خاتمے اور شدت پسندی سے دورنے رہنے اور راہ اعتدال کو اختیار کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے۔ یہ وہ امور ہیں، جو یکسانیت، الفت ومحبت، قومی وحدت اور موانست کا ذریعہ بنتی ہیں، انہی امور کو اپنانے میں مساجد، مدارس، خانقاہیں اور امام بارگاہیں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔

اتحاد واتفاق کے اِن ذرائع کو اختیار میں مدارس، خانقاہوں اور امام بارگاہوں کے کردار کا سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

ا۔ قرآن وسنت سے مضبوط تعلق:

قرآن وسنت ہی مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کے لیے سب سے اہم کڑی اور ذریعہ ہے۔ پیغام الٰہی کتاب اللہ کی صورت میں اور اُس توضیح وتفسیر کی عملی شکل ہادی برحق ﷺ کی ذات گرامی کی صورت میں موجود ہے، اس لیے مسلمانوں پر ازبس لازم ہے کہ وہ کتاب اللہ وسنتِ رسول ﷺ سے مضبوط تعلق رکھیں اور اسی بنیاد پر متحد ومتفق ہوں۔ جیسے کی بابت رحمتِ عالم ﷺ کا فرمانِ مبارکہ ہے:

"عنِ ابنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا: كِتَابُ اللهِ , وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ" ٢٠

(حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃالوداع کے موقع پر لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا: اے لوگو! یقینا میں تمہارے درمیان ایسی شے چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔)

اس کا تذکرہ امام حاکم نے بھی کیا ہے۔۲۱سنت کی اہمیت اور اُس پر مضبوطی سے عمل کرنے کی بابت فرمایا:

"فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسَنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ"٢٢

(تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل لازمی ہے،اس کو تھام لو اور اس پر مضبوطی سے عمل کرو۔)

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآنی تعلیمات پر سختی سے عمل کا درس دیا اور اُن پر ویسے ہی عمل ضروری قرار دیا، جو آپ ﷺ سے منقول ہیں۔رحمت عالم ﷺ نے دین کے عقائد، معاملات، معاشرت ومعیشت اور اخلاقیات، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں رہتی انسانیت کو واضح اور بین اصول وضوابط عطا فرمائے۔دین سے متعلق آپ ﷺ کے ہر فرمان مبارکہ پر عمل ضروری ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے فرامین کو قرآن میں وحی کا درجہ دیا گیا اور آپ ﷺ شارح اور مفسر قرآن ہونے کے ساتھ شارع بھی ہیں۔ جیسے نماز، زکوۃ اور دیگر کئی عبادات کا اصولی حکم کلام ربانی میں موجود ہے، مگر اِن کی تفصیلات سنتِ رسول ﷺ اور احادیثِ مبارکہ سے ملتی ہیں، جیسے طریقہ نماز کی بابت فرمایا: "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" ۲۳(تم ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔)

مدارس وخانقاہوں میں قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کے مطابق ہر عمل کو بجالانے کی تلقین کی جاتی ہے۔مدارس میں قرآن فہمی اور قرآنی علوم ومعارف کو سمجھنے سے متعلق دروس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ ادارے انسانیت کو نظریات وعقائد (اللہ کی وحدانیت کا اقرار، شرک اور کسی کو ذات وصفات میں اللہ تعالیٰ کا ہم پلہ قرار دینا، آپ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام پر، مرنے کے بعد کی زندگی، قضا وقدر پر ایمان لانا وغیرہ) سے آگاہ کرتے ہیں اور زندگی کے معاملات اور طور طریقے کو قرآن وسنتِ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھالنے کی تعلیم وعملی تربیت کا منہ بولتا ثبوت ومظہر ہیں۔

۲۔ مساوات وبرابری:

اسلامی نظام حیات کی خوبیوں میں سے ایک وصف مساوات وبرابری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس وصف کو اپنانے کی تلقین کی، سماجی اور قانونی اعتبار سے اِس کے فوائد اور نقصانات پر مطلع فرمایا اور ایسے معاشرے کی تشکیل وتنظیم فرمائی جہاں حقوق میں تمام انسان برابر تھے۔ غریب وامیر، جاہل وعالم، مزدور واعلیٰ حکام میں کوئی فرق نہیں تھا۔ خطبہ حجۃالوداع کے موقع پر اسلامی مساوات وبرابری پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

"فَقَالَ: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ

عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى"٢٤

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، خبر دار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، مگر تقویٰ کے ساتھ۔)

امام احمد بن حنبل نے بھی مسند میں اسی روایت کو نقل فرمایا ہے۔٢٥ یعنی لوگوں نے عزت واحترام اور عظمت کے لیے حسب و نسب، ظاہری حسن و جمال، کوئی عہدہ و منصب، سیاست و سیادت، دینی اور دنیوی اعلیٰ تعلیم کی ڈگریوں کی طرح دیگر اسبابِ دنیا کو اعزاز کی علامت سمجھ رکھا ہے، یہ سراسر دھوکہ اور خود کو فریب میں رکھا ہوا، جب کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ظاہر کی بجائے باطن کی اہمیت ہے اسی لیے ظاہر کا شریعتِ مطہرہ سے مزین ہونے کے ساتھ باطن کا منور ہونا ناگزیر ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ، جو کہ اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور بدر کے قیدیوں میں تھے، کے فدیہ کی معافی کی درخواست کو سرور دو عالم ﷺ نے سختی سے منع فرمایا۔

"أَنَّ رِجَالًا مِنَ الأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: ائْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ قَالَ: «وَاللَّهِ لاَ تَذَرُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا»"٢٦

(انصار نے یہ درخواست کی کہ اگر حضور اجازت دیں ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں، آپ ﷺ نے یہ جواب دیا: خدا کی قسم اس ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔)

اس واقعہ کا تذکرہ ابن کثیرؒ نے بھی کیا ہے۔٢٧ اگرچہ اعلیٰ قبیلہ کے ہیں اور ہادی عالم ﷺ کے چچا ہیں اور انصار سے نسبی تعلق بھی۔ اس کے باوجود جو فیصلہ ہو چکا وہ تمام کے حق میں مساوی ہے۔ کسی کو حسب و نسب کی وجہ سے کوئی امتیاز حاصل نہیں ہوگا۔ اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر مسلمانوں کو ترغیب دینے اور مساوات کا درس دینے کے لیے رحمت عالم ﷺ نے خندق کی کھدائی میں شرکت فرمائی۔٢٨ اور غزوہ بدر کے موقع پر اونٹ کی سواری پر آپ ﷺ کے ساتھ دو صحابہؓ شریک تھے۔ آقا دو جہاں ﷺ صرف اپنی باری پر ہی سواری کرتے۔ امام نسائی نقل کرتے ہیں:

"كَانُوا يَوْمَ بَدْرٍ ثَلَاثَةً عَلَى بَعِيرٍ، وَكَانَ زَمِيلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَأَبُو لُبَابَةَ فَكَانَ إِذَا كَانَ عُقْبَتُهُ قَالَا: ارْكَبْ حَتَّى نَمْشِيَ فَيَقُولَ: «مَا أَنْتُمَا بِأَقْوَى مِنِّي، وَمَا أَنَا بِأَغْنَى عَنِ الْأَجْرِ مِنْكُمَا»"٢٩

(بدر کے دن ایک اونٹ تین آدمیوں کی سواری میں مشترک تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھی علی بن طالب اور ابولبابۃ تھے۔ جب آپ ﷺ کے پیادہ چلنے کی نوبت آئی تو انہوں نے عرض کیا: آپ ﷺ سوار رہیں ہم پیدل چلتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور میں تم سے زیادہ خدا کے اجر سے بے نیاز نہیں۔)

اس واقعہ کا ذکر بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بھی کیا ہے۔٣٠

الغرض حضور ﷺ کی نظر میں تمام مسلمان برابر تھے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب، آقا ہو یا غلام، بچے ہوں یا بڑے، عربی ہو یا عجمی، شہری یا بدو۔ آپ ﷺ کا برتاؤ ہر ایک سے یکساں تھا اور مساویانہ طرز عمل اپناتے تھے۔ کتاب سیرت

اور سیرت النبی ﷺ سے متعلقہ روایات میں ایسی مثالیں موجود ہیں، بطور مثال چند کا ذکر کیا گیا۔

مدارس میں تمام تعصاب کا پس پشت ڈال کر صرف مساوات اور برابری کی سطح پر سبھی کی تعلیمی تشنگی کا سد باب کیا جاتا ہے، جب کہ خانقاہوں میں مساوات کو ملحوظ رکھتے ہوئے تربیتی مدارج سے آشنا کروایا جاتا ہے۔ مدارس وخانقاہوں میں رب کے حضور حاضری میں ہر امیر وغریب، آقا وغلام کو ایک ہی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور برابری کی تلقین کی جاتی ہے، جو کہ مساوات کی عملی تربیت کا ایک حصہ ہے۔ اسی طرح حج کے موقع پر بیت اللہ میں ہر رنگ ونسل، حسب ونسب اور ہر علاقہ کے لوگوں کا ایک ہی یونیفارم میں حاضر ہونا بھی مساوات وبرابری کا عملی مظہر ہے۔

۳۔اخوت وبھائی چارہ:

حبیب اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان دیرپا، مستحکم اور پائیدار تعلقات قائم کرنے کے لیے اخوت ومحبت، ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے پر زور دیا۔ اخوت وبھائی چارہ ہی انسانی شناخت کا ذریعہ ہے، جو کہ باہمی وبستگی، یکجہتی، پیار ومحبت، ایثار وقربانی سے تناور درخت کی بن جاتا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے مسلمانوں کے آپسی لگاؤ، انسیت، میلان حقوق وذمہ داری پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

"عَن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم، قَال: لاَ تناجشوا، ولاَ تباغضوا، ولاَ تدابروا، ولاَ تحاسدوا، ولاَ يبع بعضكم على بيع بعض وكونوا عباد الله إخوانا. المسلم أخو المسلم لا يظلمه، ولاَ يخذله، ولاَ يحقره التقوى هَاهُنا – يشير إلى صدره –، كل المسلم على المسلم حرام دمه وعرضه حسب امرىء أن يحقر أخاه المسلم." ۳۱

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مت حسد کرو، مت دھوکے بازی کرو، مت بغض رکھو، مت دشمنی کرو، کوئی تم میں سے دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور ہو جاؤ اللہ کے بندو بھائی بھائی۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کو ذلیل کرے، نہ اس کو حقیر جانے، تقویٰ اور پرہیزگاری یہاں ہے۔" اور اشارہ کیا آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین بار (یعنی ظاہر میں عمدہ اعمال کرنے سے آدمی متقی نہیں ہوتا جب تک سینہ اس کا صاف نہ ہو) کافی ہے آدمی کو یہ برائی کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، مسلمان کی سب چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کا خون، مال، عزت اور آبرو۔")

تمام اخلاقی اور معاشرتی برائیوں سے پرہیز کرو اور آپس میں بھائیوں کی طرح رہو، انسانی عزت، حرمت، مال وجان کو محترم قرار دیا۔ یہ وہ عوامل ہیں جو رنجش، تکلیف اور لڑائی جھگڑے کا ذریعہ بن سکتی ہیں اور بھائی چارہ اور یکجہتی کو پارہ پارہ کا ذریعہ بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے ایمان کی کاملیت کے لیے مسلمان پر لازم قرار دیا گیا کہ وہ مسلمان بھائی سے ویسے ہی محبت، الفت، غم خاری اور حسن وسلوک کے برتاؤ کرے، جیسے وہ خوب سے پیش آرہا ہو۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے۔

"عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»" ۳۲

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی (یا اپنے پڑوسی) کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔)

یعنی کامل مسلمان کی علامت یہ ہے کہ وہ کسی بھی مسلمان بھائی کے حق میں نقصان یا برائی والے عمل میں شریک نہیں ہوتا، بلکہ اُن کے حق میں باعث برکت اور فائدہ کا ذریعہ بنتا ہے، اُس کی عزت وآبرو کی حفاظت ایسے کرتا ہے، جیسے اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرتا ہے۔اُن تمام برائے اقوال، اعمال وافعال سے دور رہتاہے، جوآپس کے تعلقات کو ختم کا ذریعہ بنیں۔آپ ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات کا رشتہ قائم فرمایا۔۳۳

انصار اور مہاجرین کے رشتہ مواخات کا تذکرہ کتب احادیث اور سیرت کی کتب میں وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے۔۳۴ کن صحابہ کے درمیان مواخاہ کی گئی ان کی تفصیل عیون الاثر میں ملاحظہ فرمائیں۔۳۵ یہ مؤاخات حق میں ساتھ دینے اور ایک دوسرے کے لیے خیر خواہی کے جذبات سے بھرپور عظیم داستان ہے، جس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔انصار اپنے مہاجرین بھائیوں کا اتنا خیال تھا کہ وہ ہر کام میں اُن کا فوقیت دیتے، جیسے بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد اِن کے مال کو ہادی عالم ﷺ نے انصار کی ایما پر مہاجرین میں تقسیم فرمایا۔

"فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلأَنْصَارِ لَيْسَتْ لإخوانكم مِنَ الْمُهَاجِرِينَ أَمْوَالٌ، فَإِنْ شِئْتُمْ قُسِّمَتْ هَذِهِ وأموالكم بينكم وبينهم جميعا، وإن شئتم أمسكتم أَمْوَالَكُمْ وَقُسِّمَتْ هَذِهِ فِيهِمْ خَاصَّةً، فَقَالُوا. بَلْ قَسِّمْ هَذِهِ فِيهِمْ وَاقْسِمْ لَهُمْ مِنْ أَمْوَالِنَا"٣٦

(آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا: تمہارے مہاجرین بھائیوں کے پاس مال نہیں، اگر تمہاری مرضی ہو تو نئے مقبوضات تنہا انہیں دے دیئے جائیں اور اور تمہیں تمہارے نخلستان واپس کر دیئے جائیں گے۔انصار نے عرض کی کہ نئے نخلستان کو صرف ہمارے مہاجرین بھائیوں کو عنایت کر دیں اور ہمارے نخلستان بھی انہیں کے قبضہ میں رہنے دیں۔)

انصار کی مہاجرین کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے بحرین کے مال غنیمت کے تقسیم کے موقعہ پر انصار نے مہاجرین کو مال غنیمت میں حصہ نہ دینے کی صورت میں مال کو لینے سے انکار کر دیا۔۳۷ مواخات کی وجہ سے مسلمان سماجی، معاشرتی و اقتصادی اعتبار سے یکجا ہوگئے، جس کی وجہ سے مدینہ منورہ میں مہاجرین وانصار میں محبت، الفت، ہمدردی کے جذبات پیدا ہوئے، وہیں ایسا معاشرہ تشکیل پایا جو اُمن وامان، مذہبی آزادی، عدل وانصاف، ایثار وقربانی اور فکری وتہذیبی ہم آہنگی کی عکاسی کرتا تھا۔اسی مواخات کی وجہ سے انصار ومہاجرین کے درمیان کی دوریوں کا خاتمہ ہوا اور مہاجرین کو مدینہ منورہ میں سازگار ماحول میسر آیا۔تعلیم کے حصول میں آسانیاں پیدا ہوئیں اور نسلی تعصب کا خاتمہ ہوا۔

نبی کریم ﷺ کا صحابہ کرامؓ کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آنا اور اُن کے جذبات کی قدر کرنا بھی مسلمانوں میں یکجہتی پیدا کرنا کا ذریعہ بنا، جیسے حضرت انسؓ سے مروی ہے۔

"أَنَّهُ كَانَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَيَتَّبِعُ الْجَنَازَةَ وَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوكِ ---"٣٨

(نبی کریم ﷺ بیمار کی عیادت فرماتے تھے، جنازہ میں شریک ہوتے تھے، غلام کی دعوت قبول فرماتے تھے۔۔۔)

آپ ﷺ کے اخلاق و مسلمانوں میں فرق وامتیاز نہ کرنے اور ہر ایک سے نہایت اچھے انداز پیش آنے کی وجہ سے

مسلمانوں میں اتحاد واتفاق، عاجزی وانکساری اور بھائی چارہ کو فروغ ملا۔

مدارس اور خانقاہیں مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ اور مواخات پیدا کرنے کا ذمہ داری کو احسن انداز میں پورا کر رہے ہیں، جہاں مختلف علاقہ جات اور ممالک کے طلبا مل کر پُراُمن انداز سے تعلیم حاصل کرنے کر رہے ہیں۔ مدارس میں طلبا کو اثیار وقربانی اور فلاح وخیر خواہی کے جذبات اپنے کی تلقین اور عملی سبق دیا جاتا ہے اور یہی ذمہ داری خانقاہوں میں اللہ کے بزرگ بندے بھی نہایت جانفشانی سے احسن انداز میں پوری کر رہے ہیں۔ مساجد وامام بارگاہیں بھی اخوت اور بھائی چارہ کا عملی مظہر ہیں، جہاں مختلف محلوں اور شہروں کے بغیر کسی وقفیت کے اجتماعی شکل میں صرف اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔

۴۔ نظم ونسق کا تصور:

دین اسلام کامل ومکمل دین ہے، جو زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت کو اصولی تعلیمات فراہم کرتا ہے، یہاں تک اللہ تعالیٰ نے ہادی عالم ﷺ کے ذریعے انسانیت کو عبادات کا خصوصی نظام عنایت فرمایا، اُس کے من جملہ فوائد میں سے ایک اہم فائدہ نظم ونسق اور وقت کی پابندی بھی ہے۔ جس کا اہم مقصد مسلمانوں کو متحد ومتفق کرنا ہے۔ لفظ نظام نظم سے ہے، اور نظم لڑی میں پرونے کو کہتے ہیں۔ گویا اسلام امت کے افراد کو انفرادی واجتماعی طور پر ایک تسبیح کی صورت میں یکجا اور سمٹ کر رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کائنات میں نظم ونسق کو بیان فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ۝ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ۝ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ۝"۳۹

(اور کوئی (ضرورت کی) چیز ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے موجود نہ ہوں، مگر ہم اس کو ایک معین مقدار میں اتارتے ہیں۔ اور وہ ہوائیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں، ہم نے بھیجی ہیں، پھر آسمان سے پانی ہم نے اتارا ہے، پھر اس سے تمہیں سیراب ہم نے کیا ہے، اور تمہارے بس میں یہ نہیں ہے کہ تم اس کو ذخیرہ کر کے رکھ سکو۔ ہم ہی زندگی دیتے ہیں، اور ہم ہی موت دیتے ہیں، اور ہم ہی سب کے وارث ہیں۔)

یعنی یہ دنیا نظم وضبط اور اعتدال کا بہترین نمونہ ہے، جس کی ہر شے میں توازن، اعتدال اور نظم کا مظہر ہے، اسی نظم کو اپنانے کی مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے اور یہی مقصود دین ہے، جیسے مفتی محمد شفیعؒ سورۃ الصافات کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”ہر کام میں نظم وضبط اور ترتیب وسلیقہ کا لحاظ رکھنا دین میں مطلوب اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو یا اس کے احکام کی تعمیل، یہ دونوں مقصد اس طرح بھی حاصل ہو سکتے تھے کہ فرشتے صف باندھنے کے بجائے ایک غیر منظم بھیڑ کی شکل میں جمع ہو جایا کریں، لیکن اس بد نظمی کے بجائے انہیں صف بندی کی توفیق دی گئی، اور اس آیت میں ان کے اچھے اوصاف میں سب سے پہلے اسی وصف کو ذکر کر کے بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا بہت پسند ہے۔“۴۰

اسی نظم ونسق کی وجہ سے مسلمان ایک فرد واحد کی طرح ایک ہی لڑی میں پروے ہوئے نظر آتے ہیں، جو کہ مقصد، فکری و اجتماعی امور میں وحدت کی علامت بنتا ہے۔اسی ڈسپلن کو گھر اور گھر سے باہر، سفر وحضر، صنعت وحرفت، زراعت، تعلیمی اداروں، کھیل کے میدانوں، امن اور حالتِ جنگ میں، غرض کھانے پینے، سونے جاگنے اور چلنے پھرنے میں بھی نظم وضبط قائم رکھنے اور اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ نظم وضبط اور نظام اوقات کا بہترین نمونہ تھی۔دین مبارکہ کی تبلیغ میں کفار مکہ نے آپ ﷺ کو بہت تکالیف پہنچائیں، اس کے باوجود آپ ﷺ نے مستقل مزاجی سے دین کی تشہیر و تبلیغ کا کام نہایت احسن انداز میں انجام دیا۔اسی وجہ سے آپ ﷺ تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہے، طائف میں آپ ﷺ پر پتھر برسائے گے۔۴۱ مساجد میں نماز کی ادائیگی کے لیے وضو، صفائی ستھرائی اور دن کے مختلف اوقات میں مسجد میں حاضری دینا اور نماز میں امام کی اقتداء اور صفوں کی درستی کا حکم درحقیقت نظم ونسق، کاموں کا ایک معمول کے مطابق انجام دینے کا عملی درس ہے۔ جس کی بابت آقادو جہاں ﷺ نے فرمایا:

" قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَلَا تُكَبِّرُوا حَتَّى يُكَبِّرَ، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَلَا تَرْكَعُوا حَتَّى يَرْكَعَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ - قَالَ مُسْلِمٌ: وَلَكَ الْحَمْدُ - وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَلَا تَسْجُدُوا حَتَّى يَسْجُدَ ---"٤٢

(آپ ﷺ نے فرمایا" :امام اسی لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، تو جب امام »اللہ اکبر« کہے تو تم بھی »اللہ اکبر« کہو، تم اس وقت تک »اللہ اکبر« نہ کہو جب تک کہ امام »اللہ اکبر« نہ کہہ لے، اور جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، تم اس وقت تک رکوع نہ کرو جب تک کہ وہ رکوع میں نہ چلا جائے، جب امام » سمع اللہ لمن حمدہ « کہے تو تم »اللھم ربنالک الحمد« کہو (مسلم کی روایت میں» ولک الحمد «واو کے ساتھ ہے)، پھر جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو، اور تم اس وقت تک سجدہ نہ کرو جب تک کہ وہ سجدہ میں نہ چلا جائے---)

نماز کو رحمت عالم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں ادا کرنے سے انسانی زندگی میں وقت کی پابندی، کاموں کو بہتر انداز میں انجام دینے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔دیگر عبادات نماز، روزہ، حج وغیرہ کو بھی ایک انداز وترتیب سے بجالانے بھی عملی تعلیم وتربیت کا ایک پہلو ہے۔مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مسجد کی تعمیر، مسلمانوں کی مردم شماری، مواخات کا عمل، میثاق مدینہ، غزوات کے اہم امور میں صحابہ کرامؓ سے مشاورت ۴۳ وغیرہ جیسے اہم امور سیرت النبی ﷺ کی زندگی میں نظم ونسق کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔

امام بارگاہوں، مدارس وخانقاہوں میں وقت کی پابندی، معاملات کی پاسداری، فیصلوں پر عمل درآمد کرانے اور تمام امور کو وقت پر ادا کرنے کی عملی مشق کرانے اور مسلمانوں کو انفرادی واجتماعی زندگی میں نظم وضبط اور ڈسپلن کو اپنانے کی درس گاہیں ہیں ۴۴۔ یہ ادارے تمام امور کو وقت پر ادا کرنے، تعلیم وتربیت، قواعد وضوابط، تہذیب وتمدن کے مطابق معاشرتی اخلاق کو قبول کرنے اور پیروی معین ومددگار ہیں، جو کہ فرد کی اصلاح کے ساتھ مسلم معاشرہ کے درمیان یکسانیت اور مودت کو فروغ

دینے کام سر انجام دے رہے ہیں۔

۵۔ تحمل و بردباری کا تصور:

عفو ودر گزر، برداشت اور جلد بازی سے اجتناب وہ عوامل ہیں، جو اتحاد واتفاق کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ تحمل و برداشت اور صبر وہ عناصر ہیں، مسلمانوں کی اجتماعیت میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں اور اسلامی معاشرے کے لیے جزء لاینفک کی حیثیت رکھتے ہیں۔قرآن کریم اور فرامین رسول ﷺ میں صبر و تحمل، برداشت کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَمَنۡ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡأُمُورِ ۝" ۴۵

(اور یہ حقیقت ہے کہ جو کوئی صبر سے کام لے، اور در گزر کر جائے تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔)

یعنی اصل کامیابی وکامرانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر انسان قرآنی اخلاق واوصاف کو اپنائے، نیز ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرے اور اللہ کی خاطر اُنہیں معاف کرنا، نہایت عمدہ وصف ہے۔اِن مصائب ومشکلات پر صبر کرنا اور دین اسلام پر مضبوطی سے عمل کرنا گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

" قال: قلّت: یا رسول اللہ ، ای الناس اِشد بلاء ؟ قال: " الأنبیاء صلوات اللہ علیہم ، ثم الصالحون ، ثم الأمثل فالأمثل ، یبتلی الرجل علی قدر دینہ ، او قال: علی حسب دینہ ، فاِن کان صلب الدین اشتد بلاؤہ ، واِن کان فی دینہ رقۃ ابتلی علی قدر ذلک ، فما یبرح البلاء بالعبد حتی یمشی ولیس علیہ خطیئۃ" " ۴۶

(سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''انبیاء ورسل پر، پھر جو ان کے بعد مرتبہ میں ہیں، پھر جو ان کے بعد ہیں، بندے کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر بندہ اپنے دین میں سخت ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کے دین کے مطابق مصیبت بھی ہوتی ہے، پھر مصیبت بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ بندہ روئے زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔'')

یعنی ابتلاء وآزمائش میں انسانی بھلائی کا پہلو بھی ہے، یہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ اور ایمان کی مضبوطی کا پیش خیمہ بنتے ہیں۔بنی کریم ﷺ نے مصائب ومشکلات پر صبر و تحمل، قوت برداشت اور ہمہ جہت رواداری سے کام لینے کی ترغیب دی۔ سیرت طیبہ ﷺ ایسے متعدد واقعات مذکور ہیں، جو رحمت عالم ﷺ کے تحمل وبربادی اور قوت برداشت کا بین ثبوت ہیں۔ جیسے غزوہ اُحد میں آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کے جسد اطہر کی بے حرمتی کرنے والوں کو آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر معاف فرمادیا، بلکہ اُن کے گھر کو مقام امن کا درجہ عنایت فرمایا۔ ۴۷ ایک موقع پر دیہاتی نے مسجد کے کونے میں پیشاب کردیا، تو آپ ﷺ نے نہایت تحمل و بردباری سے اصلاح فرمائی اور صحابہ کرامؓ کو سختی کرنے منع فرمایا:

"عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ قَالَ: دَخَلَ أَعۡرَابِيٌّ الۡمَسۡجِدَ فَقَالَ: اللَّهُمَّ ارۡحَمۡنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرۡحَمۡ مَعَنَا أَحَدًا. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ:

«لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا» . قَالَ: فَمَا لَبِثَ أَنْ بَالَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَكَأَنَّهُمْ عَجِلُوا عَلَيْهِ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَمَرَ بِذَنُوبٍ مِنْ مَاءٍ، أَوْ سَجْلٍ مِنْ مَاءٍ، فَأُهْرِيقَ عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلِّمُوا، وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا»"۴۸

حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص مسجد میں داخل ہوا اُس نے کہا: "اے اللہ! مجھ پر اور محمد (ﷺ) رحم فرمااور ہمارے علاوہ کسی پر رحم نہ فرما۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تو نے ایک وسیع چیز کو تنگ کر دیا۔" ابو ھریرۃؓ فرماتے ہیں کہ اُس نے رمسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ تو لوگ اس پر جلدی کرنے لگے (اُس کو روکنے لگے۔یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا بھرا ہوا ڈول یا کچھ کم بھرا ہوا ڈول بہا دو۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "تم تعلیم دو اور تم نرمی سے پیش آو اور سختی نہ کرو۔)

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو نرمی سے پیش آنے ،درگزر اور صبر و تحمل کا درس دیا اور عملًا ایسا کر کے دیکھا۔آپ ﷺ دینی امور کے علاوہ کسی بات پر غصہ نہیں فرماتے ، نہایت شفقت سے پیش آتے اور صحابہ کرامؓ کو تحمل و بردباری سے پیش آنے کی تلقین فرماتے۔

نتائج وخلاصہ :

مدارس میں قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنے اور آپ ﷺ کے فرامین کے مطابق زندگی گزارنے کی تعلیم وترغیب دی جاتی ہے اور خانقاہوں میں زندگیوں کو اطاعت الہیٰ اور اطاعت رسول ﷺ کا مظہر بنانے کی تربیت دی جاتی ہے۔

اتحاد واتفاق کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں مساوات اور برابری ہو کسی کو کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہ ہو، جیسے کہ آپ ﷺ کی سیرت اور حیات مطہرہ سے معلوم ہوتا ہے اور صحابہ کرام ﷺ کی زندگیاں اِس کی عکاسی کرتی ہیں۔ مدارس، خانقاہوں اور امام بارگاہوں میں اسی کی تعلیم دی جاتی اور عملی تربیت سے مسلمانوں کا گزارا جاتا ہے۔

انہی مدارس، مساجد سے نظم ونسق، صبر و تحمل، قوت برداشت، اجتماعیت جیسے اصول وقوانین کو اپنانے کی تعلیم ملتی ہے اور خانقاہوں میں انہی سانچوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے انسانیت کی تربیت جیسا عظیم فریضہ ادا کیا جاتا ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ ہمیں انہی امور کو اپنانے کی تلقین کرتی ہے

مدارس جہاں دینی تعلیم سے منور کرتے ہیں، وہیں دینی تعلیم کو زندگی کا حصہ بنانے کے لیے خانقاہیں موجود ہیں۔جو مسلمانوں کو دین اسلام کے حقیقت اور حقیقی ذمہ داریوں سے روشناس کرواتی ہیں۔آپ ﷺ نے جہاں صحابہ کرامؓ کو دینی احکام پر مطلع فرمایا، وہیں روحانی اعتبار سے اُن کی تربیت بھی فرمائی اور قرآن کریم میں بیان شدہ صفت "ویزکیھم" کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔

مدارس وخانقاہوں کی وجہ سے لسانی ،طبقاتی، گروہی فرقہ واریت کے لیے عملی کاوشیں کی گئی ،جو کہ اتفاق واتحاد اور یکسانیت کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہے۔البتہ مسلکی ومشربی فرقہ بندی کے خاتمہ کے اِن اداروں کی کوششیں اُس طرح سامنے نہیں،جو کہ وقت کی ضرورت ہیں۔آپ ﷺ نے ہر طرح فرقہ بندی کو خطبہ حجۃالوداع میں نیست ونابود فرمایا۔

موجود دور میں مدارس وخانقاہوں اور امام بارگاہوں کی اتحاد واتفاق کے لیے کی جانے والی کاوشوں ملی و قومی سطح پر افادیت کا باعث نہیں بن رہی، بلکہ مخصوص فرقہ اور طبقہ کے لیے افادیت کا باعث ہے، جب کہ آپ ﷺ نے قومی سطح اتحاد واتفاق کو مؤثر بنانے پر زور دیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ یہ اداروں کی اتحاد واتفاق کی کاوشوں کو قومی سطح پر عام کریں اور ان عوامل (بالخصوص اپنے طبقہ کے ساتھ دلی وبستگی) کو پس پشت ڈال کر قوم کو فائدہ پہنچانے والے اقدامات کی جانب توجہ مبذول کریں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1 ۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، **المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ن م، ۲۰۰۰/۴، رقم ۲۵۸۶

2 ۔ سورۃ آل عمران ۰۳: ۱۰۳

3 ۔ الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور،

4 ۔ سورۃ الانعام ۰۶: ۱۵۹

5 ۔ السعدی، عبدالرحمن بن ناصر، تفسیر السعدی، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ ۲۰۰۰ء، ص ۲۸۲

6 ۔ سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۰

7 ۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، مجموع الفتاوی، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ المنورۃ، النشر ۱۹۹۵ء۔ ۱۴۱۶ھ ۳۵۹/۲۲

8 ۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، **صحیح البخاری، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ**، دار طوق النجاۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۲ھ، ۱۰۳/۱، رقم ۴۸۱

9 ۔ ابوداؤد الطیالسی، سلیمان بن داؤد، **مسند ابی داؤد الطیالسی**، دار ھجر، مصر، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۹ء، ۶۷۶/۲، رقم ۱۴۳۷؛ مسند البزار، رقم ۸۵۱۳

10 ۔ ساجد، اکرام اللہ، کیلانی، اسلامی معاشرہ میں مساجد کی اہمیت، ماہنامہ محدث، مدیر، حافظ عبدالرحمن مدنی، رحمانیہ دارالکتب، فیصل آباد، اگست ۱۹۷۲ء، ج ۲، ش ۸، ص ۲۲

11 ۔ حنیف قاسمی، رفیع الدین، مولانا، عصرِ حاضر میں دینی مدارس کی اہمیت وضرورت،ماہنامہ دارالعلوم دیوبند،مدیر،مولانا محمد سلمان ،دیوبند، انڈیا،فروری ۲۰۱۵ء ج ۹۹،ش ۲،ص ۳۷

12 ۔ کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، معارف القرآن، مکتبۃ المعارف، سندھ، کراچی، ۱۴۲۲ھ، ۳۳۹/۵

13 ۔ النسفی، عبداللہ بن احمد، تفسیر النسفی، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، دارالکلم الطیب، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸ء، ۵۰۷/۲

14 ۔ محدث دہلوی، عبدالحق، شیخ، تفسیر حقانی، ۱۸/۲

15 ۔ المظہری، محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری، مکتبۃ الرشدیۃ، الباکستان، الطبعۃ ۱۴۱۲ھ، ۵۳۹/۶

16 ۔ ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، الامام، مسند الامام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱ء، ۵۲۷/۱۴، رقم ۸۹۷۲

17 ۔ الترمذی، محمد بن عیسی، الجامع للترمذی، دارالغرب الاسلامی، بیروت، الطبعۃ ۱۹۹۸ء، ۴۱۳/۵، رقم ۳۵۱۰؛ مسند البزار، رقم ۶۹۰۸؛ مسند ابی یعلی الموصلی، رقم ۳۴۳۲

18 ۔ الطبرانی، سلیمان بن احمد، مسند الشامیین، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۴ء، ۲۷۳/۲، رقم ۱۳۲۵؛ المعجم الکبیر للطبرانی، رقم ۳۶

19 ۔ سورۃ التوبۃ ۰۹: ۱۲۸

20 ۔ البیہقی، احمد بن الحسین، السنن الکبری للبیہقی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳ء، ۱۹۴/۱۰، رقم ۲۰۳۳۶

21 ۔ حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک للحاکم، المستدرک علی الصحیحن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۰ء، ۱۷۱/۱، رقم ۳۱۸

22 ۔ الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، سنن الدرارمی، دارالمغنی للنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۲ھ۔۲۰۰۰ء، ۲۲۸/۱، رقم ۹۶

23 ۔ الدارقطنی، علی بن عمر، سنن الدارقطنی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۴م، ۱۰/۲، رقم ۱۰۶۹

24 ۔ البیہقی، احمد بن الحسین، شعب الایمان، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۳ء، ۱۳۲/۷، رقم ۴۷۷۴

25 ۔ ابن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، ۴۷۴/۳۸، رقم ۲۳۴۸۹

26 ۔ بخاری، صحیح البخاری، ۸۵/۵، رقم ۴۰۱۷

27 ۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، السیرۃ النبویۃ، دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۳۹۵ھ۔۱۹۷۶ء، ۴۶۳/۲

28 ۔ ابن ہشام، عبدالملک بن ھشام، السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، مکتبہ مصطفی البابی، مصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔۱۹۵۵ء، ۱۲۶/۲

29 ۔ النسائی، احمد بن شعیب، السنن الکبری، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱ء، ۱۰۹/۸، رقم ۸۷۵۶

30 ۔ البیہقی، احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۳، ۱۴۰۵، ۳۹/۱

31 ۔ البزار، احمد بن عمرو، مسند البزار، البحر الزخار، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الاولی ۲۰۰۹ء، ۲۸۳/۱۵، رقم ۸۷۷۸

32 ۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت، ن م، ۱/۲۶، رقم ۶۶

33 ۔ النسائی، احمد بن شعیب، سنن النسائی، المجتبیٰ من السنن۔السنن الصغری للنسائی، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶ء، ۶/۱۳۷، رقم ۳۳۸۸

34 ۔ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۰ھ۔۱۹۹۰ء، ۱/۱۸۳۔۱۸۴

35 ۔ ابن سید الناس، محمد بن محمد، عیون الاثر فی الفنون المغازی والشمائل والسیر، دار القلم، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۹ء، ۱/۲۳۰

36 ۔ البلاذری، احمد بن یحیٰ، فتوح البلدان، مکتبۃ الھلا، بیروت، ۱۹۸۸ء، ص ۳۰

37 ۔ نعمانی، علامہ شبلی، مولانا، سیرت النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات، لاہور، ستمبر ۲۰۰۲ء، ۱/۱۹۰

38 ۔ البغوی، الحسین بن مسعود، الانوار فی شمائل النبی المختار، دار المکتبی، دمشق، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۵ء، ۱/۲۹۸، رقم ۳۸۵

39 ۔ سورۃ الحجر ۱۵: ۲۱۔۲۴

40 ۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، جنوری ۱۹۹۶ء، ۷/۴۱۶

41 ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ﷺ لابن ہشام، ۱/۳۵۴، ۴۱۹

42 ۔ السجستانی، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ن م، ۱/۱۶۴، رقم ۶۰۳

43 ۔ سید ابوالحسن، علی ندوی، مولانا، نبی رحمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ص ۲۵۷، ۲۶۰، ۲۸۱

44 Adil, Muhammad, and Dr Sardar Muhammad Saad Jaffar. "Role Of Religious Parties In Legislation In Parliament Of Pakistan (2013-18): A Critical Analysis." Webology 18, no. 5 (2021): 1890-1900.

45 ۔ سورۃ الشوری ۴۲: ۴۳

46 ۔ الطحاوی، احمد بن محمد، شرح مشکل الآثار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴ء، ۵/۴۵۴، رقم ۲۲۰۲

47 ۔ ابن قیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ ۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴ء، ۳/۳۸۹

48 ۔ الشافعی، محمد بن ادریس، المسند، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ ۱۴۰۰ھ، ص ۲۰